پروفیسر امتیاز احمد سعید

قرآن پاک کی پنجابی تفاسیر و تراجم

برِعظیم پاک و ہند میں اسلام تین وسائل سے پہنچا، ایک مجاہدینِ اسلام، دوسرے مسلمان تاجر اور تیسرے صوفیا و علما۔ مگر کامیابی کا اصل سہرا صوفیا و علما کے سر ہے جنھوں نے جگہ جگہ اور بستی بستی پہنچ کر لوگوں کو ان کی زبان میں اسلام پہنچایا۔

اسلام کی اساس و بنیاد اللہ تبارک و تعالےٰ کی کتاب قرآن حکیم ہے جو عربی زبان میں نازل ہوا لیکن جب اسلام سرزمین عرب سے نکل کر عجم میں داخل ہوا تو عجمیوں کے لیے قرآن پاک کے تراجم کی ضرورت محسوس ہوئی۔ اس طرح دوسری زبانوں میں کلام پاک کے تراجم و تفاسیر کا آغاز ہوا۔ برعظیم میں جب مغلوں نے اپنی مستقل حکومت قائم کی تو فارسی زبان کو سرکاری اور کاروباری حیثیت حاصل ہوئی۔ لہٰذا مسلمان علما و صوفیا نے بھی تبلیغ دین کے لیے ابتداءً اسی زبان کو استعمال کیا۔ اس وقت قرآن پاک کے ترجمے کی ضرورت محسوس کی گئی تو سب سے پہلے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے فارسی زبان میں قرآن پاک کا ترجمہ کیا۔ ان کے صاحبزادے حضرت شاہ عبدالقادرؒ نے اردو ترجمہ پیش کیا۔ اس کے بعد انہی دو تراجم کی بنیاد پر قرآن پاک کے فارسی، اردو، پنجابی اور برعظیم کی دیگر زبانوں میں کئی تراجم منظر عام پر آئے۔

پنجابی زبان میں قرآن پاک کے ترجمے اور تفسیر کی بنیاد لاہور کے ایک عالم دین حافظ برخوردار نے رکھی۔ جنھوں نے نواب جعفر خان کی فرمائش پر ۱۰۹۰ھ میں سورۂ یوسف کی منظوم پنجابی تفسیر بعنوان 'احسن القصص' مرتب کی۔ مگر اس میں تفسیر کی بجائے ایک قصے کا رنگ تھا۔ حافظ صاحب کو اس کاوش پر سات بیگھے زمین، ایک جوڑا، ایک گھوڑا اور سو روپے نقد انعام ملا۔ اس کے بعد بارھویں صدی ہجری میں سیالکوٹ کے ایک دوسرے حافظ برخوردار نے بھی سورۂ یوسف کی پنجابی منظوم تفسیر لکھی جو اب نایاب ہے۔ ان دونوں عالموں کے بارے میں عبدالغفور قریشی نے اپنی کتاب 'پنجابی زبان دا ادب تے تاریخ' میں صفحہ ۲۳۶ پر میاں احمد یار اور مولوی دلپذیر کا

یہ قول نقل کیا ہے "دونوں برخوردار حافظ اور قاری تھے اور دونوں نے سورۂ یوسف کو پنجابی زبان میں منظوم کیا ہے"۔

اس کے بعد قرآن پاک کی بعض سورتوں بالخصوص سورۂ یوسف کی پنجابی تفسیر لکھنے کا رواج پڑ گیا اور اس قسم کی بے شمار تفاسیر وجود میں آئیں۔ سورۂ یوسف کی جو تفاسیر لکھی گئیں، ان میں سے جو آج دستیاب ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔

(۱) گلزار یوسفی، مرتبہ مولانا فیروزالدین ڈسکوی ۱۳۲۰ھ (۲) قصص المحسنین مرتبہ مولانا مولوی عبدالستار ۱۳۲۰ھ (۳) گلزار یوسف مرتبہ مولوی محمد دلپذیر ۱۲۸۰ھ (۴) قصص المحسنین مرتبہ فضل شاہ نواں کوٹی ۱۲۱۴ھ (۵) احسن القصص مرتبہ مولوی عبدالحکیم بہاول پوری ۱۲۱۸ھ (۶) تفسیر سورۂ یوسف مرتبہ مولوی احمد یار گجراتی (۷) احسن القصص مرتبہ مولوی غلام رسول عالم پوری کوٹلوی ۱۲۹۰ھ (۸) تفسیر حامد مرتبہ حامد شاہ عباسی (۹) یوسف زلیخا مرتبہ صدیق لالی ۱۳۰۸ھ (۱۰) کامل جدید قصص المحسنین مرتبہ مولوی عبدالرحمٰن درد جہلمی (۱۱) یوسف زلیخا مرتبہ مولوی چراغ دین۔

سورۂ یوسف کی تفاسیر کے علاوہ بعض دوسری سورتوں کی تفسیریں بھی لکھی گئیں مثلاً (۱) چراغ روشن (تفسیر سورۂ مریم) مرتبہ مولانا فیروزالدین ڈسکوی ۱۳۲۰ھ (۲) شمع محمدی (تفسیر سورۂ الہمزہ) مرتبہ مولوی روشن دین (۳) اکرام محمدی (تفسیر سورۂ والضحیٰ) مرتبہ مولانا مولوی عبدالستار ۱۳۲۰ھ (۴) مکمل اکرام محمدی (تفسیر سورۂ والضحیٰ و سورۂ الکوثر) مرتبہ مولوی دلپذیر ۱۲۸۰ھ (۵) تفسیر سورۂ الرحمٰن مرتبہ مولوی نورالدین۔

قرآن پاک کی بعض سورتوں کی یہ تفسیریں تیرھویں صدی ہجری اور چودھویں صدی ہجری کے ابتدائی دور میں لکھی گئیں اور یہ سب کی سب منظوم پنجابی داستانوں کی صورت میں ہیں۔ دوسری بات یہ بھی ہے کہ سوائے مولوی فیروزالدین ڈسکوی کے کسی نے بھی قرآن حکیم کی آیات کے صحیح مطالب و معانی کو ملحوظ نہیں رکھا اور نہ آیات قرآنی کو تفسیر میں شامل کیا ہے۔ بلکہ انھیں خصوصاً تفسیر سورۂ یوسف کو ایک مبالغہ آمیز قصے کا رنگ دیا ہے۔ تاہم اتنا ضرور ہے کہ ان تفسیروں کا انداز سادہ، عام فہم اور ناصحانہ ہے، جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کے مصنفین کا سب سے بڑا مقصد عوام الناس اور خصوصاً دیہاتی لوگوں کو دین سمجھانا تھا۔

قرآن حکیم کی پہلی مکمل پنجابی تفسیر، تفسیر کی پہلی کوشش کے دو سو سال بعد یعنی ۱۲۹۵ھ میں معرض وجود میں آئی ۔ یہ "تفسیر محمدی" تھی جسے مشہور عالم دین حافظ بارک اللہ مرحوم کے صاحبزادے حافظ محمد لکھوی (ساکن لکھو کے ضلع فیروزپور) نے مرتب کیا۔ یہ تفسیر سات ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے اور ہر جلد قرآن حکیم کی ایک منزل پر ختم ہوتی ہے ۔ غالباً اس طرح کا التزام کسی اور مصنف نے نہیں کیا۔ اس کی ترتیب یوں ہے کہ متن کے نیچے پہلے پنجابی نثر، پھر فارسی نثر اور پنجابی نظم ہے۔ اس کے علاوہ منظوم پنجابی تفسیر اور پنجابی نثر میں حاشیہ بھی دیا گیا ہے ۔تفسیر دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ مصنف نے پنجابی جاننے والوں کو دین کے مسائل اور قرآن پاک کے مطالب سمجھانے کے لیے پوری جدوجہد کی ہے۔

اس تفسیر میں فارسی ترجمہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی تفسیر فتح الرحمٰن سے نقل کیا گیا ہے ۔ البتہ کہیں کہیں ردّ و بدل بھی کیا گیا ہے ۔ اس کا اعتراف مصنف نے خود دیباچے میں کیا ہے ۔ لکھتے ہیں :

پہلی سطر زبان جو فارسی ہے فتح الرحمانوں پر وِچہ عبارت کجھ تغیر بہت آسان بیانوں

پنجابی ترجمے اور تفسیر کی زبان نہایت آسان ، سادہ اور عام فہم ہے۔ کتاب کے ابتدا میں دیباچہ بھی دیا گیا ہے جس میں تفسیر کے اصول بیان کیے گئے ہیں ۔ اس طرح پنجابی زبان میں اصولِ تفسیر پر یہ پہلی کتاب ہے ۔ اس کے علاوہ ہر جلد کے ساتھ فہرست مضامین بھی شامل کی گئی ہے جو بیاسانی قرآن پاک کے اشاریہ کا کام دیتی ہے ۔

اس تفسیر کے مرتب کرنے میں بہت سی بلند پایہ عربی تفاسیر سے استفادہ کیا گیا ہے۔ ان کا مسلک اہل سنت کا ہے[1] اور اس میں غیر اسلامی رسموں کی تردید کی گئی ہے ۔ اس کا انداز جاننے کے لیے چند نمونے ملاحظہ ہوں۔

۱۔ متن : اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ط

پنجابی نثر: اللہ نہیں کوئی بندگی لئی سوائے اوسدے جو زندہ قائم ہے ۔

---

[1] اس سے فاضل مضمون نگار کی مراد غالباً یہ ہے کہ تفسیر محمدی کے مصنف حافظ محمد لکھوی مسلک اہل حدیث کے حامل تھے اور یہی صحیح بھی ہے ۔ (ادارہ)

پنجابی نظم: اللہ اوہ جو اس بن دوجا ہور اللہ نہ کوئی
اوہ زندہ نت ہمیشہ قائم سب جگ رکھدا سوئی

۲۔ متن: سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی۔ ۱۵

پنجابی نثر: پاکی ہے اس نوں جیہڑے گیا بندے اپنے نوں ہک رات مسجد حرام تھیں مسجد اقصیٰ تائیں۔

ترجمہ و تفسیر: ہے پاکی اس نوں جس نے بندے اپنے سیر کرایا
ہک راتیں لے حرموں مسجد اقصیٰ تک پہنچایا

ہے پاک اللہ ہر عیبوں ہر پاپوں ہر نقصانوں
سبحان تعجب کارن آوے قدرت رب نشانوں

اسریٰ معنی سیر کرایا ویکھ معالم بھائی
عبد مراد محمد بندہ سچ رسول خدائی

مکے والی مسجد حرمت جہت حرام سدیوے
تے اقصیٰ پرے جو مسجد کعبیوں دور گنیوے

مسجد اقصیٰ بیت المقدس شام ولایت والی
بہتے نبیاں دا اوہ قبلہ اسدا شان بھی عالی

ہجرت تھیں اک سال اگے اوہ شب معراج تیا ون
ہک کہن آہے رمضان اندر ہک ماہ رجب فرماون

حاشیہ: معراج رسول اللہ دا ہک واری نال جثے دے ہویا تے ہک واری وچ روح دے ہویا سوا جثے تھیں۔ جس طراں تحقیق ایس مسئلے دی وچ آخر ایس قصے دے آوے گی۔ شاید ہک واری مسجد الحرام دے وچ سُتے ہوون تے ہک واری گھر اُم ہانی بیٹی ابو طالب دی دے ہوون۔ واللہ اعلم۔

اس کے بعد مولوی فیروز الدین ڈسکوی نے ایک مکمل پنجابی تفسیر بعنوان "تفسیر فیروزی" مرتب کرنا شروع کی مگر خداوند کریم کو یہ منظور نہ تھا اور وہ ۱۳۲۰ھ میں وفات پا گئے۔ اس طرح یہ

تفسیر چھ پاروں (چار پہلے اور دو آخری) پر مشتمل رہ گئی۔ اس تفسیر کا انداز سب سے جدا گانہ ہے اور اس میں تقابل ادیان پر بہت زیادہ زور دیا گیا ہے۔ اس کا انداز یوں ہے کہ پہلے اُردو نثر میں ترجمہ دیا گیا ہے اور پھر منظوم پنجابی میں ترجمہ اور تفسیر ہے۔ نمونہ حسب ذیل ہے۔

متن: مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ

ترجمہ: کس نوں طاقت اسدے اگے کرے شفاعت کوئی
دیوے نہیں اجازت جدتک خود اوہ ذات الٰہی

قرآن پاک کی دوسری مکمل پنجابی تفسیر، تفسیر دلپذیر ہے جو ۱۳۲۰ھ میں مرتب کی گئی۔ اس کے مصنف مولانا مولوی محمد دلپذیر بھیروی ہاشمی الاصل تھے۔ اور موضع بھیرہ ضلع سرگودھا کے علمی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ انھوں نے اپنے زمانے کے حالات اور تقاضوں کے مطابق تفسیر لکھنے کی کوشش کی۔ اس تفسیر کے اب تک صرف بارہ پارے طبع ہو سکے ہیں اور باقی اٹھارہ پارے غیر مطبوعہ ہیں۔ اس کا انداز یوں ہے کہ متن کے نیچے پہلے تحت اللفظ پنجابی نثر پھر پنجابی نظم اور پھر پنجابی منظوم تفسیر ہے۔ نمونہ درج ذیل ہے:-

متن: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط

ترجمہ نثر: شروع نام اللہ دے جو رحمان رحیم ہے۔

ترجمہ نظم: شروع خدا دے ناموں جو رحمان رحیم تعالیٰ
سب تے رحم کماون والا وڈیاں مہراں والا

تفسیر: پہلی ب بسم اللہ والی جو آئی سرکاروں
معنی اس دا شروع کراں میں مدد الٰہی پاروں
یعنی منگ امداد الٰہی پڑھاں کلام الٰہی
استعانت دی "ب" اسنوں کہن مفسر بھائی
جو کم شروع کرے کوئی بندہ یا کجھ پڑھے پڑھائے
پڑھ بسم اللہ رب سچے دی مدد منگی جائے

اسم کہن جو نام کسے دا کر آواز سدیوے
جس نتھیں اوہ پچھاتا جاوے بھی اُچیائی تھیوے

اللہ اسم خدا دا ذاتی بسم اللہ وچہ آیا
اسم اعظم بھی آکھن اوس نوں اہل علم فرمایا

آج سے تقریباً نصف صدی پیشتر قرآن پاک کی تیسری مکمل پنجابی تفسیر وجود میں آئی ۔ یہ "تفسیر نبوی" تھی جسے مولوی صوفی نبی بخش حلوائی نے چالیس برس کی محنت سے ۱۳۵۱ھ میں مکمل کیا ۔ اس تفسیر میں حدیث، تفسیر اور فقہ کی تقریباً پچیس بلند پایہ کتب سے استفادہ کیا گیا ہے ہر آیت کا مطلب واضح کرنے کے لیے مولانا روم، شیخ سعدیؒ اور حافظ شیرازؒ کے اشعار بھی درج کیے گئے ہیں ۔ مصنف نے اپنے مسلک اہل سنت کے مطابق اسے مرتب کیا ہے اور دوسرے فرقوں کے عقائد کو باطل ثابت کرنے میں پورا زور صرف کر دیا ہے ۔ زبان بہت سادہ، آسان اور عام فہم ہے ۔ انداز یوں ہے کہ پہلے تحت اللفظ اردو ترجمہ، دوسرا منظوم پنجابی ترجمہ پھر منظوم پنجابی تفسیر اور کہیں کہیں پنجابی نثر میں حاشیہ بھی دیا گیا ہے، نمونہ یہ ہے :-

متن : یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَابْتَغُوْٓا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ وَجَاھِدُوْا فِیْ سَبِیْلِہٖ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝

ترجمہ و تفسیر : اے مومنو رب تھیں ڈرو سنے اوسنوں پھڑو وسیلہ کائی
تے کرو جہاد خدا دے راہ ، تاں پاؤ تسیں رہائی

قرب رضا رب جہت وسیلہ صالح عمل کماؤ
راضی رب جنہاں وچہ ہووے ہر اوہ عمل مناؤ

بھی جنت وچ اک درجہ اوسدا نام وسیلہ آیا
جو باجھ حضورؐ انور اوہ درجہ کسے نہ پایا

بھی اللہ اپنے بندیاں سنگ وسیلہ پکڑن آیا
ایویں اولیاواں سنگ روا وسیلہ پکڑن آیا

جو سنگ تعلیم اتے صحبت کامل دخل ملے دربارے
جویں عارف رومی نے فرمایا ویکھن جہت نتارے

قال را بگذار، مردِ حال شو　　پیش صاحب دولتی، پامال شو

گر تو سنگ صخرہ و مرمر شوی !　　چوں بصاحب دل رسی، گوہر شوی

صحبتِ صالح ترا صالح کند　　صحبتِ طالح ترا طالح کند

نفس نتواں کشت غیر از مدد پیر　　دامنِ آں نفس کُش محکم بگیر

نے غیر شرع کمل پیر شیطانی بھاویں اڈن ہوائیں　　جو سلف خلف دی چال اوپرتِس دامن نوں ہتھ پائیں

پنجابی تفسیر سے الگ محض پنجابی ترجمہ سب سے پہلی مرتبہ ۱۲۹۷ھ میں منظرِ عام پر آیا۔ یہ ترجمہ مولوی بارک اللہ نے مرتب کیا اور دو مرتبہ شائع ہوا ہے۔ اس کے بعد ۱۳۰۵ھ میں مولوی ہدایت اللہ غازی نے ترجمہ پیش کیا جو پنجابی ادبی لیگ کی جانب سے شائع ہو چکا ہے۔ بعد ازاں ۱۳۱۲ھ میں مولوی شمس الدین بخاری نے ترجمہ کیا۔ اسی دوران مولوی فیروز الدین نے بھی ایک ترجمہ لکھا پھر ۱۳۱۴ھ میں پنجابی نثر کا ایک منفرد ترجمہ سامنے آیا جس کے مصنف نے اپنا نام خفیہ رکھا ہے۔ تاہم عقیدے اور دیگر قرائن سے واضح طور پر پتہ چلتا ہے کہ اس کے مصنف کا نام مولوی عبداللہ چکڑالوی ہے۔ اسی لیے یہ ترجمہ انہی کے نام منسوب کیا جاتا ہے۔ یہ ترجمہ عام دیہاتی پنجابی زبان میں ہے اور کہیں کہیں بقدرِ ضرورت حاشیہ بھی دیا گیا ہے۔ نمونہ حسبِ ذیل ہے :-

متن : اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ ۝
اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ ۝ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِیْنَ

أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۵ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ ۵

ترجمہ: سب صفت سہے خدا نوں جو پالنے والا ہے، جہان دیاں لوکاں دا بخشنے والا نہایت مہربان، مالک ہے دہاڑے انصاف دا۔ تیری ہی بندگی کرنے ہاں تے تیری ہی مدد منگنے ہاں۔ تور سانوں راہ سدھے، راہ اونھاں دی فضل کیتا ای جنھاں تے۔ نہ اونھاں دی غضب ہویا اسے جنھاں تے۔ اتے نہ بھلیاں ہویاں دی۔

حاشیہ: مراد اونھاں بھیں جنھاں تے فضل ہویا، چار لوکے ہین نبی، تے صدیق، تے شہید، تے صالحین۔

قرآن پاک کا ایک اور مکمل ترجمہ سرائیکی پنجابی زبان میں مولانا الحاج محمد حفیظ الرحمن بہاول پوری (المتوفی ۱۳۷۹ھ) نے مرتب کیا جس کا نمونہ یہ ہے:-

متن: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

ترجمہ: شروع نال نام اللہ دے جیہڑا وڈا مہربان تے نہایت رحم والا ہے۔

متن: مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۵ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۵

مالک ہے ڈینہہ جزا دا۔ صرف تیکوں مدد منگدے ہاں اساں۔

اس کے علاوہ بعض نامکمل پنجابی ترجمے خصوصاً پنج سورے بھی دستیاب ہیں مثلاً:

۱۔ مستری قمر الدین ولد مولوی محمد مرید پتوکی کا پہلے پارے کا ترجمہ جو نہایت سہل اور آسان ترجمہ ہے۔

۲۔ پنج سورہ مرتبہ مولوی عالم الدین مصیروی جو سورۂ یٰسین، سورۂ الفتح، سورۂ الرحمن، سورۂ الواقعہ اور سورۂ الملک کا تحت اللفظ پنجابی ترجمہ ہے۔

۳۔ پنج گنج دلپذیر مرتبہ مولوی دلپذیر جو سورۂ یٰسین، سورۂ نوح، سورۂ عم، سورۂ الواقعہ اور سورۂ الملک پر مشتمل ہے پہلے تحت اللفظ پنجابی ترجمہ اور پھر منظوم پنجابی ترجمہ دیا گیا ہے۔

۴۔ انتخاب التفاسیر مرتبہ مولوی نبی بخش حلوائی جو ساڑھے چار پاروں پر مشتمل ہے۔

۵۔ پنج گنج قادری مرتبہ مولانا مولوی غلام قادر پنڈوری جو سورۂ یٰسین، سورۂ المزمل

سورۂ نوح، سورۂ الرحمٰن اور سورۂ ملک پر مشتمل پنجابی ترجمہ ہے۔

۶۔ پہلا پارہ مترجمہ از محمد خیر الدین صاحب ملتانی جو ملتانی زبان میں ہے۔

قرآن پاک کی ان تفاسیر و تراجم پر ایک نظر ڈالنے سے ان کی بعض منفرد خصوصیات سامنے آتی ہیں۔ مثلاً :۔

۱۔ عام طور پر یہ منظوم پنجابی میں ہیں، تفاسیر تو سب کی سب منظوم ہیں اور ترجمے اکثر منظوم ہیں۔

۲۔ ان کی طرز عوامی اور زبان عام فہم اور آسان اور سادہ ہے۔

۳۔ عوامی مزاج سے مطابقت کی بنا پر ان میں اسرائیلیات پر خاصا زور دیا گیا ہے۔

۴۔ عربی اور فارسی تفاسیر سے خاصا استفادہ کیا گیا ہے اور ان کے مضامین کو پنجابی اشعار میں پیش کیا گیا ہے۔

۵۔ نظم میں چونکہ وزن، ردیف، قافیہ وغیرہ قائم رکھنے کی بنا پر بیان مشکل ہوتا ہے اس لیے کچھ نہ کچھ مبالغہ ناگزیر ہوتا ہے۔ لہٰذا ان تفاسیر میں مبالغے کا پہلو نمایاں ہے۔

دراصل پنجابی ہمیشہ پنجاب کے عوام کی زبان رہی ہے اس لیے جو تفاسیر اور تراجم پنجابی زبان میں مرتب کیے گئے ہیں، ان کا انداز بھی عوامی ہے۔ کیونکہ ان کا اولین مقصد یہ تھا کہ دین کے مسائل اور شریعت کے احکام عوام خصوصاً دیہاتی عوام تک پہنچائے جائیں۔ اس لیے خالص پنجابی نثر میں کوئی ایسی تفسیر مرتب نہ کی گئی جس کا انداز عالمانہ اور محققانہ ہو۔

آج پنجابی زبان ہمارے علمی حلقوں میں مقبول ہو رہی ہے، اس لیے ضرورت ہے کہ علما کا ایک بورڈ قائم کیا جائے جو پنجابی کی مستند تفسیر مرتب کرنے کا فریضہ انجام دے۔